

OPEN ACCESS

AL-EHSAN

ISSN: 2410-1834

www.alehsan.gcuf.edu.pk

PP: 42-49

شیخ علی بن عثمان علیہ الرحمۃ ہجویری کا تصور علم

The Concept of Knowledge according to Shiykh Ali bin

Usman Hujwayri

Muhammad Fareed Ahmad

Lecturer, Department of Urdu, Govt. Municipal Degree College, Faisalabad.

Abstract

Hazrat Ali Bin Usman Hujwayri was a renowned Sufi and Preacher. He belonged to the same region as of Sultan Mahmood Ghazni. He moved to Lahore from Afghanistan. At that time there were false notions and irrelevant thoughts emerged in Sufism. He was the person who eradicated these types of thoughts and actions belonging to reprehensible innovators i.e. "Sophistia and Ismailis". He presented Sufism in its true sense in the light of the Quran and Sunnah in his well renowned book "Kashf al Mahjoob". This article throws light on his moderate and enlightened thoughts related to his concept of knowledge. His writing style is not only impressive but also becomes a source of inspiration for the readers. Though these thoughts are related to Tasawuuf, yet his style of writing makes these thoughts easy to comprehend."

Keywords: Renowned, Sufi, Preacher, Irrelevant, Reprehensible, Sophistia, Ismailis.

مخدوم سید شیخ علی بن عثمان ہجویری (۴۰۰ھ / ۱۰۰۹ء) سلطان محمود غزنوی کے عہد حکومت میں دارالسلطنت غزنی میں پیدا ہوئے اور غزنی شہر کے محلہ جلاب و ہجویر میں رہنے سہنے کی نسبت سے جلابی و ہجویری کہلائے اور آپ علیہ الرحمۃ نے ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔^(۱)

آپ علیہ الرحمۃ کے والد ماجد کا نام عثمان تھا۔ ان کا مکمل نام اور نسب علی بن عثمان بن علی الجلابی ثم الجویری الغزنوی تھا اور کنیت ابوالحسن ہے۔

”آپ علیہ الرحمۃ افغانستان کے شہر غزنہ (غزنی) کے رہنے والے تھے۔“^(۲)

آپ علیہ الرحمۃ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ ان کا تعلق سلطان محمود غزنوی کے دربار سے بھی رہا ہے اور آپ علیہ الرحمۃ لاہور میں سلطان محمود غزنوی کی وفات کے بعد تشریف لائے۔ آپ نے جو کتب تصنیف فرمائی ہیں ان میں ”کشف المحجوب“ سر فہرست ہے۔ ایک رسالہ بھی اُن سے منسوب ہے مگر بعض محققین کے خیال میں ”کشف المحجوب“ اور اس رسالہ میں فکری اور اسلوبیاتی اختلاف کی وجہ سے اس رسالے کو حضرت علی بن عثمان ہجویری سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ آپ علیہ الرحمۃ کے دور میں تصوف میں آزاد خیالی، اسماعیلی اور ہندوانہ عملِ تناسخ کی کئی صورتیں پیدا ہو چکی تھیں جن سے آپ کو اختلاف تھا:

”وہ اپنے زمانے سے مطمئن نہیں تھے۔ خاص طور پر اس بات سے نالاں تھے کہ

لوگوں نے مذہبی قانون کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا ہے اور ان میں انحرافی

نظریات مقبول ہو رہے تھے۔“ (۳)

سعد اللہ جاں برق ”تصوف اور امنِ عالم“ میں تصوف میں پنپنے والے غیر فطری

رجحانات سے متعلق لکھتے ہیں:

”حقیقت تو یہ ہے کہ تصوف کو جتنا نقصان اس کے طرف داروں نے پہنچایا ہے

اور اسے ایک معممہ یا چیتان اور الجھی ہوئی گاٹھ بنایا ہے، اتنا مخالفوں نے نہیں

بنایا ہے۔“ (۴)

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ ہجویری کی تعلیمات میں علم کی اہمیت اور اس کی افادیت کو نہ صرف واضح کیا ہے بلکہ مختلف حوالوں سے اس کی وقعت کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آپ کا استدلالی انداز تحریر آپ علیہ الرحمۃ کو بہت سے معتبر صوفیائے کرام سے ممتاز کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصنیف قابلِ فہم ہے اور آپ فلسفیانہ موٹوگانیوں میں نہیں الجھتے۔ باوجودیکہ آپ کے مضامین تصوف کی خصوصیت سے متصف ہیں مگر عام قاری بھی بتدریج ان مضامین سے واضح طور پر مستفید ہو سکتا ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ قرآن و حدیث کے حوالوں سے علم کی افادیت کو واضح کرنے کے ساتھ اپنی رائے کے ذریعے متعلقہ نکتہ کو اور وضاحت سے پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”اے طالبِ حق! تمہیں علم ہونا چاہیے کہ علم کی کوئی حدود و غایت نہیں ہے اور

ہماری زندگانی محدود، مختصر ہے۔“ (۵)

حضرت علی بن عثمان اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ علم کس طرح کا حاصل کرنا چاہیے اور کس قدر حاصل کرنا چاہیے۔ ان کے خیال میں زندگی مختصر ہے اور انسان کو اتنا ہی علم حاصل کرنا چاہیے جو زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے۔ علم ایک بحر ہے کراں ہے اور ایک فرد تمام علوم سے مکمل طور پر بہرہ مند نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ شریعت، علم نجوم، علم حساب اور متعلقہ علوم میں سے اتنا علم حاصل کیا جائے جو ضروریاتِ زندگی اور دنیوی اور اخروی معاملات کی انجام دہی کے لیے ضروری ہو۔ وہ اس نکتہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

”عمل کے لیے جس قدر علم کی ضرورت ہے اس کا حاصل کرنا فرض و لازم ہے لیکن ایسے علوم جو کسی کو نفع نہ پہنچا سکیں اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم کی تحصیل کی مذمت فرمائی ہے۔“ (۶)

اگرچہ علم کی افادیت و اہمیت سے انکار نہیں مگر علم نافع کا حصول ہی انسان کے لیے ضروری ہے۔ بہت سے علوم کا حصول بعض اوقات گمراہی کا سبب بھی ہو سکتا ہے اور بعض علوم کے حصول میں لوگ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ صرف کر دیتے ہیں مگر ان کے حصول سے خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔ اس لیے آپ علیہ الرحمۃ کے نزدیک علم نافع کا حصول ہی ضروری ہے۔ قرآنی آیات اور حدیث مبارکہ بھی اس ذیل میں پیش کی گئی ہیں جو کہ آپ علیہ الرحمۃ کے مدلل اندازِ تحریر کی عکاس ہیں۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

”قوله تعالى في صفة العلماء: ”إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ“ وپیغمبر گفت۔ صلی اللہ علیہ وسلم: ”طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة“ و نیز گفت۔ صلی اللہ علیہ وسلم: ”اطلبوا العلم ولو بالصين“ (۷)

جس طرح مقدمی اور متاخرین نے علم کے ساتھ عمل کی ضرورت کو از حد ضروری خیال کیا ہے۔ اسی طرح علی بن عثمان علیہ الرحمۃ بھی عمل کو از حد ضروری خیال قرار دیتے ہیں اور تاکید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علم و عمل باہم لازم و ملزوم ہیں۔ آپ علیہ الرحمۃ ان لوگوں پر تنقید کرتے ہیں جو علم کو عمل پر یا عمل کو علم پر ترجیح دیتے ہیں۔ علم بھی ضروری ہے کیوں کہ جملہ عبادات میں اگر کسی عبادت کے لیے اولین شرائط کا علم ہی نہ ہو تو جملہ ارکین کی ادائیگی بہتر طور پر انجام نہیں دی جاسکتی جیسے طہارت، نیت، ارکان نماز کی معلومات، پانی کی شناخت اور سمت قبلہ وغیرہ حصولِ علم

کی افادیت کی طرف اشارہ ہے۔ اس لیے علم و عمل ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ اُن علماء کو عالم کہلانے کا حق دار قرار نہیں دیا جو علم کو دنیاوی عزت و جاہ کے لیے حاصل کرتے ہیں کیوں کہ اس قبیل کے علماء علم کی رفعت اور مقام سے بے بہرہ ہیں۔ آپ علیہ الرحمۃ اس بابت رقم طراز ہیں:

”وہدان کہ علم بسیار است و عمر کوتاہ و آموختن جملہ علوم بر مردم فریضہ نہ چون علم نجوم و طب، و علم حساب و صنعتھای بدیع و آن چہ بدین ماند۔ بہ جز از این علوم ہر یک ہدان مقدار کہ بہ شریعت تعلق دارد، از نجوم مرشناخت وقت را اندر شب، و طب مر اختار، و حساب مرفرایض و مدت حیض را، و آن چہ بدین ماند۔“ (۸)

”لوح فقیر“ میں سرفراز اے شاہ علم و عمل سے متعلق رقم طراز ہیں:

”علم حاصل کرنا اچھی بات ہے۔۔۔ اس کے حصول کے لیے کوشش کیجیے لیکن پہلے جو علم آپ کے پاس موجود ہے اس پر عمل کر لیجیے۔ عمل کرنا Theories کی نسبت زیادہ اہم ہے۔“ (۹)

علم و عمل کی یک جائی سے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی قول نقل کیا جاتا ہے:

”بغیر علم کے عمل بیکار اور بغیر عمل کے علم بے کار ہے، بے عمل عالم کی مثال اس اندھے کی سی ہے جس نے چراغ اٹھا رکھا ہو۔“ (۱۰)

حضرت علی بن عثمان ہجویری اس بابت رقم طراز ہیں:

”است و اگر علم عالم بہ فعل و کسب وی نبودی، وی را بدان ہیچ ثواب نبودی، و این سخن دو گروہ است: یکی آنان کہ نسبت بہ علم کنند مر جاہ خلق را، و طاقت معاملات آن ندارند و بہ تحقیق علم نرسیدہ باشند، عمل را از آن جدا کنند، کہ نہ علم دانند نہ عمل، تا جاہلی گوید: ”قال نباید، حال باید“، و دیگری گوید۔“ (۱۱)

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ بھی بے عمل اور متکبر علما پر تنقید کرتے ہیں:

پڑھ پڑھ عالم کرن تکبر حافظ کرن وڈیائی ہو
گلیاں دے وچ پھرن نمانے وتن کتاباں چائی ہو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا اوتھے پڑھن کلام سوائی ہو
دوہیں جہانیں سوئی مٹھے باہو جنہاں کھادی وچ کمائی ہو (۱۲)

آپ رحمۃ اللہ علیہ اس بابت لکھتے ہیں:

”وازعوام: گروہی دیدم ہ علم راہر عمل، فضل نہادند، وگروہی عمل راہر علم و
این ہر دو باطل است، از آن کہ عمل بی علم، عمل نباشد، عمل آنگاہ عمل کردد
کہ۔“ (۱۳)

اگر علم کی اقسام کی بات ہو تو حضرت علی عثمان ہجویری علیہ الرحمۃ علم کو دو حصوں میں
تقسیم کرتے ہیں۔ ایک وہ علم جو خدا کا ہے اور دوسرا علم وہ ہے جو مخلوق کو حاصل ہے۔ مخلوق کو جو علم
حاصل ہے درحقیقت وہ خدا تعالیٰ کے علم میں سے ہی ہے جو کہ بہت قلیل اور محدود ہے جب کہ
خدائے بزرگ و برتر کا علم کائنات کی محدود و لامحدود بندوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ خدا تعالیٰ کا
علم اور عمل ہی زمان و مکاں میں کار فرما ہے اور مخلوق اُس کے علم سے ہی نامعلوم سے معلوم تک کے
مراحل طے کرتی رہے گی۔ اگر اس نکتے کی وضاحت میں موجودہ دور کی سائنسی ایجادات اور
دریافتوں پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان اس لامتناہی کائنات میں سے ہی کچھ نہ
کچھ اختراع و ایجاد کرتا رہتا ہے جب کہ یہ سب کچھ خدا کے تصرف میں ہے۔ مثال کے طور پر
اسٹیفن ہاکنگ بلیک ہولز (Black Holes) کو دریافت کیا اور کائنات کی وسعت کے بارے میں
نظریات پیش کیے۔ ایلن ووڈز اسٹیفن ہاکنگ (Stephen Hawking) سے متعلق لکھتا ہے:

”ہاکنگ کی تھیوریوں نے بہت توجہ حاصل کی ہے۔ اس کی کتاب ”وقت کی

مختصر تاریخ“ (A Brief History of Time) Big Bang سے

Black Holes تک“ شاید یہ وہ کتاب تھی جس نے کسی بھی دوسری کتاب کی

نسبت عوام کی توجہ علم کائنات کی نئی تھیوریوں کی طرف زیادہ مبذول کرائی

ہے۔“ (۱۴)

مذکورہ اور اس طرح کے نظریات درحقیقت خداوند کریم کے لامحدود علم تصرف میں
سے ہی ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ حصولِ علم کے حوالے سے حضرت علی بن عثمان
علیہ الرحمۃ انسانی علم کو ظاہری اور باطنی علوم میں تقسیم کرتے ہیں۔ ظاہر کا تعلق کلمہ طیبہ اور مخلوق
خدا سے معاملات کی انجام دہی اور عبادات کی ادائیگی سے تعلق رکھتا ہے جب کہ باطن میں علم کی
حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس علم کے حصول کے ذریعے خدا تعالیٰ کی معرفت اور حقیقت سے شناسائی

حاصل کرے اور مخلوق کے ساتھ معاملات میں نیت کو درست رکھے اور علم کا حصول زمانے اور وقت کے تقاضوں کے پیش نظر بھی ہونا ضروری ہے۔

حضرت علی بن عثمان ہجویری علیہ الرحمۃ اس بابت رقم طراز ہیں:

”کار آید ظاہر و باطن (و این بہ در قسم است: یکی اصول، و دیگر فروع، ظاہر اصول، قول شہادت، و باطنش تحقیق معرفت، و ظاہر فروغ، برزش معاملات، و بان تصحیح نیت و قیام ہر یک از این۔“ (۱۵)

آپ علیہ الرحمۃ نے علم ظاہر اور علم باطن کو تین تین رکنوں میں تقسیم کیا ہے۔ علم اصول باطن کے تحت علم کے متلاشی کو چاہیے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ”ذات“، ”صفات“ اور ”افعال“ کی حقیقت سے آگہی کی کوشش کرے۔ ذات خداوندی کے حوالے سے یہ یقین ہو کہ خدا تعالیٰ کی ذات اولین و آخرین ہے اور زمان و مکان کی حدود و قیود سے ماوراء ہے۔ صفات خداوندی کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ اپنی تمام صفات کے ساتھ دائم ہے اور افعال باری تعالیٰ کے بارے میں یہ اعتقاد ہو کہ وہی اس کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کا خالق ہے۔ ظاہری علم اصول کا تعلق شریعت سے متعلق ہے۔ اس کے تین رکن یہ ہیں: (۱) کتاب یعنی قرآن مجید (۲) اتباع رسول یعنی سنت (۳) اجماع امت۔

شرعی قوانین سے متعلق آگہی اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر علم اصول باطن سے بھی کما حقہ واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی:

”پس علم حقیقت را سه رکن است: یکی علم بہ ذات خداوند عزوجل و وحدانیت وی، و ثنی تشبیہ از ذات پاک وی۔ جل جلالہ، و دیگر علم بہ صفات وی و احکام آن و سد دیگر علم بہ افعال و حکمت وی و علم شریعت را سه رکن۔“ (۱۶)

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ ہجویری سوفسطائیہ گروہ پر تنقید کرتے ہیں جن کے خیال میں کسی بھی قسم کا علم درست نہیں ہے اور یہ کہ علم بجائے خود کوئی شے نہیں ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ کے نزدیک علم کی حقیقت اور اہمیت علم سے ہی ہو سکتی ہے یا جہالت سے۔ علم نہ تو کسی دوسرے علم کا انکار کرتا ہے اور نہ اس کے مقابل آتا ہے۔ اس لیے آپ علیہ الرحمۃ کی تعلیمات کے مطابق علم کے ذریعے علم کی نفی یا اس کا ترک کرنا محال ہے۔ پھر علم کی حقیقت اور اہمیت سے انکار جہالت سے ہی ہو سکتا ہے۔ ملحدوں کے اس گروہ نے اپنی ضد اور مجادلے سے اہل حق کی عزت و کرامت کو پامال

کیا ہے۔ اس لیے یہ سوفسطائی دین کے حسن و جمال اور عزت منزلت سے دور رہے کیوں کہ علم بذات خود ایک صفت ہے اور اوصاف مدح میں سے ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ ”وگروہی از ملاحظہ“ میں سوفسطائیوں کی تکذیب کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

”وگروہی از ملاحظہ۔ کہ تعلق بدین طریق دارند ہمین گویند کہ: ”علم ما بہ ہیچ چیز درست نیابد، پس ترک علم مارا تمام تر از آیات آن باشد۔“ واین از حقیق و ضلالت و جہالت ایشان بود۔“ (۱۷)

صاحب کشف المحجوب اثبات علم کی بابت مستند علمائے کرام کے اقوال بھی تحریر فرماتے ہیں جنہیں پڑھ کر علم کی وقعت اور تحصیل علم کی افادیت و اہمیت اجاگر ہوتی ہے اور آپ علیہ الرحمۃ ان اقوال سے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ وضاحت بھی تفہیم میں معاون ثابت ہوئی ہے جیسا کہ حضرت ابودراق علیہ الرحمۃ کا قول نقل کرتے ہیں جس میں انھوں نے علم کلام کو زہد کے بغیر زندیق اور علم فقہ کو تقویٰ کے بغیر فاسق قرار دیا ہے پھر آپ علیہ الرحمۃ شیخ المشائخ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

”رحمة الله عليه: اجتنب صحبة ثلاثة أصناف من الناس: العلماء الغافلين، والفقراء المذاهنين، والمتصوفة الجاهلين“ (۱۸)

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی تصنیف اور آپ علیہ الرحمۃ کے بیان کردہ مسائل، معلومات تصوف کی خصوصیات سے متصوف تو ہیں، مگر آپ علیہ الرحمۃ کا طرز اسلوب نہ صرف قابل فہم ہے بلکہ پُر تاثیر بھی ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ مشکل سے مشکل موضوعات کو بتدریج سہل بنا دیتے ہیں۔ عام فہم انداز میں کسی بھی مسئلے کی وضاحت کرتے ہیں، معنی و مفہوم بتا کر اس موضوع کی اہمیت قرآن و احادیث کے ساتھ ساتھ معتبر صوفیائے کرام کے اقوال و افعال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا کہ اگر کسی کو کامل شیخ نہ ملے تو وہ اس کتاب کا مطالعہ کر لے۔ سرفراز اے شاہ اپنی تصنیف ”لوح فقیر“ میں ”کشف المحجوب“ سے متعلق لکھتے ہیں:

”کشف المحجوب“ واقعتاً بہت آسان کتاب ہے، اتنی آسان کہ بعض اوقات اس کی سادگی کھلنے لگتی ہے کہ داتا صاحب نے اس سے آگے بھی کچھ بیان کیا ہوتا۔“ (۱۹)

حوالہ جات و حواشی

- ۱۔ بشیر احمد سعدی، سیرت گنج بخش، لاہور، نگارشات، ۲۰۰۵ء، ص: ۳۰
- ۲۔ محمد متین ہاشمی، سید، سید ہجویر، لاہور، امپرنٹ پریس، ۱۹۸۵ء، ص: ۱۳۰
- ۳۔ قاضی جاوید، پنجاب کے صوفی دانشور، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۹ء، ص: ۳۲
- ۴۔ سعد اللہ جاں برق، تصوف اور امن عالم، پشاور: عامر پرنٹ اینڈ پبلشرز، ۲۰۱۷ء، ص: ۲۱
- ۵۔ علی بن عثمان الہجویری، کشف المحجوب، مترجم: غلام معین الدین سید، لاہور، مکتبہ زاویہ، ۲۰۰۴ء، ص: ۴۵
- ۶۔ ایضاً، ص: ۴۵
- ۷۔ علی بن عثمان جلالی الہجویری، کشف المحجوب، لاہور، سمن پبلی کیشنز، ۱۹۰۵ء، ص: ۱۳
- ۸۔ ایضاً، ص: ۱۳
- ۹۔ سرفراز اے شاہ، لوح فقیر، لاہور، زاہد بشیر پرنٹرز، ۲۰۱۵ء، ص: ۱۰۷
- ۱۰۔ عابد احسان (مرتب)، اقوال زریں کا خزانہ، لاہور: کانٹی نینٹل سٹار پبلشرز، سن، ص: ۴۳
- ۱۱۔ علی بن عثمان الہجویری، کشف المحجوب، ص: ۱۷
- ۱۲۔ محمد دین کلیم، (مرتب) کلام باہو، لاہور، نذیر پبلشرز، ۱۹۸۶ء، ص: ۲۵
- ۱۳۔ علی بن عثمان الہجویری، کشف المحجوب، ص: ۱۳
- ۱۴۔ ابو فراز، (مترجم)، مارکسی فلسفہ اور جدید سائنس، لاہور: اے این اے پرنٹرز، ص: ۳۰۹
- ۱۵۔ علی بن عثمان الہجویری، کشف المحجوب، ص: ۱۷
- ۱۶۔ ایضاً، ص: ۱۷
- ۱۷۔ ایضاً، ص: ۱۹
- ۱۸۔ ایضاً، ص: ۲۲
- ۱۹۔ سرفراز اے شاہ، لوح فقیر، ص: ۶۸